تحقیق وتنقید

ملّت ابراہیمی کے ترکیبی عناصر

جناب محمد رضی الاسلام ندوی

قرآن کریم کے اوّلین مخاطب مشرکین عرب، یہود اور نصاریٰ تھے اور تینوں ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف اپنا انتساب کرتے تھے، خود کو ان کے طریقہ و مسلک کا پیرو بتلاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمارا مذہب بعینہٖ وہی ہے جو حضرت ابراہیم کا تھا۔ لیکن قرآن کریم نے متعدد مقامات پر ان کی تردید کی ہے، ان مذاہب میں شامل مشرکانہ اور باطل عقائد اور غیر الٰہی اجزا پر کاری ضرب لگائی ہے اور ان کے اس دعویٰ کا ابطال کیا ہے کہ وہ طریقۂ ابراہیمی کے پیرو ہیں۔

یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ	اے اہل کتاب تم ابراہیم (کے دین) کے
فِیْٓ اِبْرٰھِیْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَ	بارے میں کیوں جھگڑا کرتے ہو؟ تورات اور
الْاِنْجِیْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اَفَلَا	انجیل تو ابراہیم کے بعد ہی نازل ہوئی ہیں۔
تَعْقِلُوْنَ ○ ..... مَا کَانَ اِبْرٰھِیْمُ یَھُوْدِیًّا	پھر کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے..... ابراہیم
وَّلَا نَصْرَانِیًّا وَّلٰکِنْ کَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا ؕ	نہ یہودی تھا نہ عیسائی بلکہ وہ تو مسلم حنیف
وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ○ (آل عمران: ۶۵-۶۷)	تھا اور وہ ہرگز مشرکوں میں سے نہ تھا۔

قرآن کہتا ہے کہ توریت و انجیل تحریف کا شکار ہو چکی ہیں اور یہود و نصاریٰ نے خواہشات نفس کی پیروی کرتے ہوئے خدائی تعلیمات میں اپنی طرف سے بے بنیاد اور باطل چیزیں شامل کر لی ہیں۔ اس لیے اب ہدایت یہودیت سے حاصل ہو سکتی ہے نہ عیسائیت سے، بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ ملت ابراہیمی کی طرف رجوع کیا جائے اور صرف اسی کی پیروی کی جائے:

وَقَالُوْا کُوْنُوْا ھُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی تَھْتَدُوْا	یہودی کہتے ہیں: یہودی ہو تو راہ راست
قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَمَا	پاؤ گے عیسائی کہتے ہیں عیسائی ہو تو ہدایت ملے گی۔
کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ○ (البقرہ: ۱۳۵)	ان سے کہو نہیں بلکہ سب کو چھوڑ کر ملت ابراہیمی کی پیروی کرو۔ اور ابراہیم مشرکوں میں سے نہ تھا۔

قُلۡ صَدَقَ اللّٰهُ ۗ فَاتَّبِعُوۡا مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ۝ (آل عمران - ۹۵)	کہو اللہ نے جو کچھ فرمایا ہے سچ فرمایا ہے تم کو ابراہیم حنیف کی ملت کی پیروی کرنی چاہیے اور ابراہیم شرک کرنے والوں میں سے نہ تھا۔

قرآن کی اس دعوت کی معنویت اس وقت اور بھی آشکارا ہوتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہود، نصاریٰ اور مشرکین عرب تینوں اپنا شجرۂ نسب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جوڑتے ہیں۔ قرآن انھیں کسی غیر معروف اور اجنبی چیز کی طرف دعوت نہیں دے رہا ہے بلکہ انھیں خود ان کے جدِ امجد حضرت ابراہیم کی ملت کے اتباع کی طرف بلا رہا ہے۔ اس لیے عقل و منطق کا عین تقاضا ہے کہ ملتِ ابراہیمی کی بے چوں و چرا پیروی کی جائے اور جن چیزوں کا بعد میں اپنی طرف سے اضافہ کرکے انھیں مذہب میں شامل کر لیا گیا ہے انھیں ترک کر دیا جائے۔

پیشِ نظر مقالہ میں اس بات کا جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے کہ ملت ابراہیمی سے کیا مراد ہے؟ اس کے اہم اور بنیادی عناصر کیا ہیں؟ حضرت ابراہیم کی اصولی تعلیمات کیا تھیں؟ اور ملتِ ابراہیمی کی اتباع سے مراد کن چیزوں کی اتباع ہے؟ چونکہ قرآن نے یہود و نصاریٰ کو بھی ملتِ ابراہیمی کی اتباع کی دعوت دی ہے اس لیے کوشش کی گئی ہے کہ ملتِ ابراہیمی کے عناصر کی تحقیق کرتے ہوئے قرآن کے ساتھ ساتھ توریت اور انجیل کے بھی حوالے دیے جائیں تاکہ ان پر اتمام حجت ہو سکے۔

ملت کا مفہوم

لغت میں ملت سنت اور طریقہ کے معنی میں آتا ہے۔ لسان العرب میں ہے۔

قال ابو اسحاق: الملة في اللغة سنتهم وطريقهم [۱]	ابو اسحاق کہتے ہیں: لغت میں ملت کے معنی سنت اور طریقہ کے ہیں۔

قرآن اور حدیث میں ملت کا استعمال اصولی طور پر دین کے معنی میں ہوا ہے۔ خواہ اللہ کی طرف سے نازل کردہ دین ہو یا تحریف شدہ یا خود انسانوں کا وضع کردہ۔ حضرت یوسفؑ نے اپنے جیل کے ساتھیوں کے سامنے دعوت پیش کی تو فرمایا۔

اِنِّىۡ تَرَكۡتُ مِلَّةَ قَوۡمٍ لَّا يُؤۡمِنُوۡنَ	میں نے ان لوگوں کی ملت چھوڑ دی ہے

بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُوْنَ (یوسف: ۳۷) جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں۔

انھوں نے توحید و آخرت کا انکار کرنے والوں کے مذہب کو ملت سے تعبیر کیا۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دی اور برابر تولنے کا حکم دیا تو اس نے وارننگ دیتے ہوئے کہا:

لَنُخْرِجَنَّكَ يَا شُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَا أَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا (الاعراف: ۸۸)

اے شعیب ہم تجھے اور ان لوگوں کو جو تیرے ساتھ ایمان لائے ہیں اپنی بستی سے نکال دیں گے ورنہ تم لوگوں کو ہماری ملت میں واپس آنا ہوگا۔

اس کے جواب میں حضرت شعیبؑ نے فرمایا:۔

قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا إِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ (الاعراف - ۸۹)

ہم اللہ پر جھوٹ گھڑنے والے ہوں گے اگر تمہاری ملت میں پلٹ آئیں۔

یہاں حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے بھی اپنے مذہب کو ملت کہا اور خود حضرت شعیبؑ نے بھی اسے — باوجودیکہ وہ باطل بنیادوں پر قائم تھا — ملت سے تعبیر کیا۔

ان سے پہلے قوم نوح، عاد اور ثمود بھی اپنے پیغمبروں سے کہہ چکی تھیں۔

لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِنْ أَرْضِنَا أَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا (ابراہیم - ۱۳)

ہم تمہیں اپنے ملک سے نکال دیں گے ورنہ تمہیں ہماری ملت میں واپس آنا ہوگا۔

قرآن میں یہودیت اور نصرانیت کے لیے بھی ملت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نبی آخر الزماںؐ سے خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصَارٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ (البقرہ - ۱۲۰)

یہودی اور عیسائی تم سے ہرگز راضی نہ ہوں گے جب تک تم ان کی ملت کی اتباع نہ کرنے لگو۔

اصحابِ کہف کی قوم عیسائیت کی پیرو تھی۔ جب اصحاب کہف نے توحید کی صدا بلند کی اور حق کا اعلان کیا تو اس معاشرہ میں ان کا رہنا دوبھر ہوگیا۔ اس وقت انھوں نے ایک غار میں پناہ لینے کا منصوبہ بنایا اور آپس میں مشورہ کرتے ہوئے اس اندیشہ کا اظہار کیا:

إِنَّهُمْ إِنْ يَظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ اگر کہیں ان لوگوں کا ہاتھ ہم پر پڑ گیا تو

يَرْجُمُوكُمْ أَوْ يُعِيدُوكُمْ فِي مِلَّتِهِمْ	بس سنگ سار ہی کر ڈالیں گے یا پھر زبردستی
(الکہف : ۲۰)	ہمیں اپنی ملت میں واپس لے جائیں گے۔

جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کی صدا بلند کی تو آپ کی قوم نے بڑے ہی استکبار سے کہا تھا:

مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ	یہ بات ہم نے زمانۂ قریب کی ملت میں کسی
الْآخِرَةِ إِنْ هٰذَا إِلَّا اخْتِلَاقٌ	سے نہیں سنی۔ یہ تو صرف ایک من گھڑت
(ص۔ ۷)	بات ہے۔

اس آیت میں 'ملت آخرۃ' سے کیا مراد ہے؟ اس میں کچھ اختلاف ہے۔ ابن جریر طبری نے حضرت ابن عباس، قرطبی اور سدی سے نقل کیا ہے کہ 'ملت آخرۃ' سے مراد نصرانیت ہے۔ جبکہ مجاہد اور قتادہ سے مروی ہے کہ اس سے مراد قریش کا مذہب ہے[۲]۔ بہرحال دونوں میں تحریف واقع ہوگئی تھی اور باطل عقائد و نظریات شامل ہوگئے تھے۔

اسی طرح ملت کا اطلاق اسلام پر بھی کیا گیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے۔

لا يتوارث اهل ملتين[۳]	دو اشخاص جو الگ الگ ملت کی پیروی کرنے والے ہوں۔ ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوسکتے۔

دوسری حدیث سے اس کی تشریح ہوتی ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا:

لا يرث المسلم الكافر ولا الكافر المسلم[۴]	مسلمان اور کافر دونوں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوسکتے۔

معلوم ہوا کہ ملت کا اطلاق اسلام پر بھی ہوتا ہے اور غیر اسلام یعنی کفر پر بھی۔

اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من حلف بملة غير الاسلام كاذبا متعمدا فهو كما قال[۵]	جو شخص اسلام کے علاوہ کسی دوسری ملت کی قسم کھائے اور جان بوجھ کر کذب بیانی کرے تو وہ ویسا ہی ہے جیسا کہ اس نے کہا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ملت کا اطلاق اسلام اور غیر اسلام دونوں پر ہوتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے:

كل مولود يولد على هذه الملة[۶]	ہر بچہ اسی ملت پر پیدا ہوتا ہے۔

اس حدیث میں ملت سے مراد اسلام یعنی فطرت الٰہی ہے۔

ملت کا اطلاق ایک مذہب کے مختلف فرقوں پر بھی کیا گیا ہے۔ مشہور حدیث ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

ان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین	بنی اسرائیل بہتّر ملتوں میں بٹ گئے تھے
وسبعین ملة، وتفترق امتی علی	اور میری امت تہتّر ملتوں میں بٹ جائے گی
ثلاث وسبعین ملة کلهم فی	لیکن سوائے ایک ملت کے سب جہنمی
النار الا ملة واحدة، قالوا من	ہوں گے صحابہ نے عرض کیا اے اللہ
ھی یا رسول اللہ قال ما أنا علیه	کے رسول وہ کون سی ملت ہوگی، فرمایا وہ
واصحابی[7]	جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقے
	پر قائم ہوگی۔

ایک دوسری روایت میں جسے ترمذی ہی نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے ملت کی جگہ فرقہ کا لفظ آیا ہے[8] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں ملت کا استعمال فرقہ کے معنی میں ہوا ہے۔

راغب اصفہانی نے لکھا ہے:

الملة (کالدین) وھو اسم لما	دین کی طرح ملت بھی اس دستور الٰہی کا
شرع اللہ تعالٰی لعبادہ علی لسان	نام ہے جو اللہ اپنے بندوں کے لیے جاری
الانبیاء لیتوصلوا به الی	فرماتا ہے تاکہ اس پر چل کر انسان قرب
جوار اللہ[9]	خداوندی حاصل کر سکے اور یہ دستور انبیاء
	کی وساطت سے بندوں تک پہنچتا ہے

امام راغب کا یہ بیان صحیح نہیں معلوم ہوتا اس لیے کہ پیچھے گزر چکا ہے کہ ملت کا اطلاق باطل مذہب پر بھی ہوتا ہے۔ ان کے اس قول کی تاویل مصنف لغات القرآن نے یہ کی ہے:

"شاید راغب کی مراد یہ ہو کہ ملت اصل میں تو دستور الٰہی کا ہی نام ہے جو انبیاء کی معرفت بھیجا جاتا ہے لیکن اگر انسانی دماغ کبھی اس میں خورد برد کر لیں اور بگاڑ دیں تب بھی بطور مجاز اس پر لفظ ملت کا اطلاق ہو جاتا ہے۔ کیونکہ خورد برد کرنے والوں کے دعوی میں تو شکستہ بریدہ دین یا دستور بھی اللہ کا بھیجا ہوا دین ہوتا ہے۔ واللہ اعلم"[10]

راغب اصفہانی نے ملت اور دین کا فرق بتلاتے ہوئے لکھا ہے کہ "لفظ ملت کی اضافت صرف کسی نبی کی طرف ہوتی ہے۔ اس کی نسبت نہ اللہ کی طرف ہوتی ہے اور نہ نبی کی امت کے کسی فرد کی طرف"[11]

یہ بات بھی صحیح نہیں اس لیے کہ پیچھے ذکر کی ہوئی متعدد آیات میں ملت کی اضافت غیر انبیاء کی طرف موجود ہے مشہور حدیث ہے کہ جناب ابوطالب کے مرض الوفات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہاں مشہور سرداران مکہ ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ وغیرہ موجود تھے۔ آپؐ نے چچا سے فرمایا: اے چچا جان آپ لا الٰہ الا اللہ کہہ دیجئے تاکہ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کے لیے محاجّہ کرسکوں۔ ان دونوں نے کہا اترغب عن ملة عبد المطلب ؟ (کیا آپ عبد المطلب کی ملت سے روگردانی اختیار کریں گے؟) چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انھیں بار بار لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کرتے رہے اور وہ دونوں اس سے روکنے کی کوششیں کرتے رہے یہاں تک کہ جو آخری جملہ ابوطالب کی زبان سے نکلا وہ یہ تھا: علی ملة عبد المطلب[12] (میں عبد المطلب کی ملت پر رہوں) اس حدیث میں بھی ملت کی اضافت غیر نبی کی طرف کی گئی ہے۔

راغب کے اس قول کی تاویل بھی مصنف لغات القرآن نے یہ کی ہے کہ "لفظ ملت کی انبیاء کے ساتھ تخصیص بھی امام کے اس نظریہ پر مبنی ہے کہ ملت صرف دستور الٰہی کا نام ہے جو انبیاء کی معرفت بھیجا جاتا ہے ورنہ غیر انبیاء کی طرف اضافت خود سورہ یوسف آیت ۳۸ میں موجود ہے"[13]

راغب اصفہانی نے ملت کے اشتقاق کی طرف یوں اشارہ کیا ہے:

واصل الملة من امللت الکتاب، قال تعالیٰ (فلیملل الذی علیہ الحق ..... فان کان الذی علیہ الحق سفیھا او ضعیفا اولا یستطیع ان یملّ فلیملل ولیہ) وتقال الملة اعتبارًا بالشیٔ الذی شرعہ اللہ[14]	ملت کی اصل "املت الکتاب" سے ہے جس کے معنی ہیں تحریر لکھوانا۔ ارشاد باری ہے "لکھوائے وہ شخص جس پر حق آتا ہے یعنی قرض لینے والا ...... لیکن اگر قرض لینے والا نادان یا ضعیف ہو یا لکھوا نہ سکتا ہو تو اس کا ولی انصاف کے ساتھ لکھوائے" اور ملت اس چیز کے اعتبار سے کہا جاتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے شروع کیا ہے۔

لسان العرب میں ہے :

الملة : الدین لملة الاسلام	ملت سے مراد دین ہے۔ مثلاً اسلام،
والنصرانیة والیهودیة، وقیل	نصرانیت اور یہودیت یہ بھی کہا گیا ہے
هی معظم الدین وجملة مایجیئ	کہ اس سے مراد دین کا بڑا حصہ اور پیغمبروں
به الرسل[۱۱]	کی لائی ہوئی تعلیمات ہیں۔

اگرچہ بعض احادیث میں ملت کی اضافت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب بھی کی گئی ہے[۱۲] لیکن قرآن نے انبیاء میں سے صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف اس کی نسبت کی ہے۔ اس نے ملت ابراہیمی کو سیدھا سچا دین قرار دیا ہے (الانعام - ۱۶۱) لوگوں کو اس کے اتباع کی دعوت دی ہے (آل عمران - ۹۵، الحج - ۷۸) اس کی اتباع کرنے والوں کو بہترین دین کا پیرو (النساء - ۱۲۵) اور اس سے اعراض کرنے والے کو بیوقوف اور نادان قرار دیا ہے (البقرہ - ۱۳۰) حضرت یوسف اپنے آباء حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کی ملت کی اتباع پر فخر کرتے ہیں (یوسف - ۳۸) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ملت ابراہیمی کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے (النحل - ۱۲۳)

ملتِ ابراہیمی کے بنیادی عناصر

حضرت ابراہیم علیہ السلام ان پیغمبروں میں سے ہیں جن پر کتاب نازل ہوئی۔ قرآن نے صحف ابراہیم کا تذکرہ دو مقامات پر کیا ہے (سورۂ النجم اور سورۂ الاعلیٰ) اور اس کی بعض تعلیمات کا حوالہ دیا ہے۔ آج اگر صحف ابراہیم دنیا میں موجود ہوتے[۱۳] تو وہ آپ کی تعلیمات اور آپ کی ملت کے عناصر جاننے کا بہترین ذریعہ ہوتے۔ لیکن چونکہ وہ زمانے کے ہاتھوں نابود ہو چکے ہیں اس لیے ملتِ ابراہیمی کے بارے میں ہمارے پاس معلومات کا ذریعہ صرف کتب مقدسہ ہیں۔ توریت کی کتابِ پیدائش میں حضرت ابراہیم کا تفصیل سے تذکرہ موجود ہے۔ اس کی دوسری کتابوں اور اناجیل میں بھی آپ کے بارے میں بعض اشارات ملتے ہیں۔ لیکن توریت و انجیل میں تحریف اب پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے اور خود اہل کتاب اس کا اعتراف کرنے لگے ہیں[۱۴] پھر بھی بہت سی باتیں ان میں حقیقت سے قریب مل جاتی ہیں جن کی قرآن سے بھی تائید و تصدیق ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیم کی تعلیمات اور آپ کی ملت کے عناصر

جاننے کا سب سے مستند ذریعہ ہمارے پاس قرآن کریم ہے۔ قرآن نے آپ کی زندگی کے مختلف گوشوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ آپ کی تعلیمات کا مفصل تذکرہ کیا ہے صحف ابراہیم کے حوالے دئے ہیں اور ملت ابراہیمی کے ارکان و عناصر کی طرف اشارات کیے ہیں۔ ذیل میں ہم توریت، انجیل اور قرآن کے حوالوں کی روشنی میں ملت ابراہیمی کے عناصر جاننے اور ان کی تفصیلات معلوم کرنے کی کوشش کریں گے۔

۱۔ توحید

حضرت ابراہیم کی زندگی کا نمایاں ترین وصف وحدانیت خداوندی پر ایمان ہے۔ آپ نے ایسے معاشرہ میں پرورش پائی جو کفر و شرک اور بت پرستی میں ڈوبا ہوا تھا۔ صرف آپ کا معاشرہ ہی نہیں بلکہ تقریباً پوری دنیا شرک کی لپیٹ میں تھی بابل، شام اور مصر ہر جگہ اصنام پرستی زوروں پر تھی۔ خدائی کو سیکڑوں ہزاروں اصنام و اوثان میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔[۱۹] آپ جس خاندان میں پیدا ہوئے وہ نہ صرف بت پرست تھا بلکہ اسے پروہت کا منصب بھی حاصل تھا۔ توریت انجیل اور قرآن سب اس پر متفق ہیں کہ ابراہیم علیہ السّلام کا باپ بت سازی کرتا تھا اور اسے سوسائٹی میں اعلیٰ مقام حاصل تھا۔ توریت میں ہے:

> "خداوند اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے کہ تمہارے آبا یعنی ابرہام اور نحور کا باپ تارح وغیرہ قدیم زمانہ میں بڑے دریا کے پار رہتے اور دوسرے معبودوں کی پرستش کرتے تھے"[۲۰]

انجیل برناباس میں ہے:

> "ابرہام کا باپ بت ساز تھا جو جھوٹے خدا بناتا اور پوجتا تھا"[۲۱]
>
> "ہمارے باپ ابرہام کا باپ بے دین تھا کیوں کہ وہ باطل خدا بناتا اور پوجتا تھا"[۲۲]

قرآن کہتا ہے:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ	ابراہیم کا واقعہ یاد کرو جب کہ اس نے اپنے باپ آزر سے کہا تھا: کیا تو بتوں کو خدا بناتا ہے؟
(الانعام: ۷۴)	

بت پرستی کے اس ماحول کے باوجود جس میں حضرت ابراہیم گھرے ہوئے تھے۔

آپ نے فطرتِ سلیم سے کام لیتے ہوئے معرفتِ الٰہی حاصل کی۔ بت پرستی کا انکار کیا، شرک سے برارت ظاہر کی اور ببانگ دہل خدا کی وحدانیت کا اعلان کیا:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ	میں نے تو یکسو ہو کر اپنا رخ اس ہستی
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا	کی طرف کر لیا جس نے آسمان اور زمینوں
اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ○	کو پیدا کیا ہے اور میں ہرگز شرک کرنے
(الانعام—۷۹)	والوں میں سے نہیں ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو منصبِ رسالت سے سرفراز فرمایا تو آپ نے اپنے باپ، خاندان اور قوم کو دعوت دینی شروع کی انھیں شرک اور بت پرستی سے روکا۔ مختلف طریقوں سے انھیں سمجھانے کی کوشش کی، شرک کے معائب و نقائص اور برے نتائج بیان کیے اور صرف خدائے واحد کی عبادت کی طرف بلایا، قرآن نے مختلف سورتوں میں کہیں تفصیل اور کہیں اختصار سے آپ کی دعوت کو پیش کیا ہے[23] سورہ شعراء میں ہے:

وَاتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِیْمَ ○ اِذْ	اور انھیں ابراہیم کا قصہ سناؤ جبکہ اس نے
قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ○	اپنے باپ اور اپنی قوم سے پوچھا تھا کہ
قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا	یہ کیا چیزیں ہیں جن کو تم پوجتے ہو؟ انھوں
عٰکِفِیْنَ ○ قَالَ هَلْ یَسْمَعُوْنَکُمْ	نے جواب دیا کچھ بت ہیں جن کی ہم پوجا کرتے
اِذْ تَدْعُوْنَ ○ اَوْ یَنْفَعُوْنَکُمْ اَوْ	ہیں اور انھی کی خدمت میں ہم لگے رہتے ہیں۔
یَضُرُّوْنَ ○ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا	اس نے پوچھا کیا یہ تمہاری سنتے ہیں جب
کَذٰلِکَ یَفْعَلُوْنَ ○ قَالَ اَفَرَءَیْتُمْ	تم انھیں پکارتے ہو؟ یا یہ تمہیں کچھ نفع
مَّا کُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ○ اَنْتُمْ وَ	یا نقصان پہنچاتے ہیں؟ انھوں نے جواب
اٰبَآؤُکُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ○ فَاِنَّهُمْ	دیا نہیں بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا
عَدُوٌّ لِّیْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ○	ہی کرتے پایا ہے۔ اس پر ابراہیم نے کہا
الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ ○	کبھی تم نے (آنکھیں کھول کر) ان چیزوں کو
وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ ○	دیکھا بھی جن کی بندگی تم اور تمہارے پچھلے
وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ○	باپ دادا بجا لاتے رہے۔ میرے تو یہ
وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ ○	سب دشمن ہیں بجز ایک رب العالمین کے

وَالَّذِیْٓ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ
خَطِیْٓـئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ ؀
(الشعراء: ۶۹-۸۲)

جس نے مجھے پیدا کیا پھر وہی میری رہنمائی فرماتا ہے۔ جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب بیمار ہو جاتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔ جو مجھے موت دے گا اور پھر دوبارہ مجھ کو زندگی بخشے گا اور جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ روزِ جزا میں وہ میری خطا معاف فرما دے گا۔

یہی نہیں بلکہ ایک موقع پر بت خانہ کے تمام بتوں کو پاش پاش کر کے قوم کے سامنے عملاً ان کی بے بضاعتی ثابت کر دی اور ان پر حجت تمام کر دی[۱۱]۔ بعد میں جب قوم نے آپ کا رہنا دوبھر کر دیا تو حکمِ الٰہی سے ہجرت کر کے آپ جہاں جہاں بھی گئے وہاں لوگوں کو خدائے واحد کی طرف دعوت دی اور آخر میں جب "بے آب و گیاہ وادی" پہنچے تو وہاں خدائے واحد کی عبادت کے لیے خانۂ کعبہ کی بنیاد اٹھائی۔ اس وقت بھی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ شرک سے دور رہو اور خانۂ کعبہ کی تعمیر توحید کے مرکز کی حیثیت سے کرو:

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِیْمَ مَكَانَ
الْبَیْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِیْ شَیْــًٔا
وَّطَهِّرْ بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَ
الْقَآئِمِیْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ؀
(الحج - ۲۶)

یاد کرو وہ وقت جبکہ ہم نے ابراہیم کے لیے اس گھر (خانہ کعبہ) کی جگہ تجویز کی تھی اس ہدایت کے ساتھ کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام و رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھو۔

حضرت ابراہیمؑ توحید پر کتنی سختی سے قائم تھے اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ آپ نے جب اللہ تعالیٰ سے شہر مکہ کو گہوارۂ امن بنانے اور وہاں پھلوں کی بہتات کرنے کی دعا کی تو ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اپنی نعمتوں سے صرف ان لوگوں کو نواز جو تجھ پر ایمان لائیں

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ
هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ
اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ
اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ

(یاد کرو اس وقت کو) جب ابراہیم نے دعا کی اے میرے رب اس شہر کو امن کا شہر بنا دے اور اس کے باشندوں میں سے جو اللہ اور آخرت کو مانیں انہیں

الْاٰخِرِ (البقرہ: ۱۲۶) ہر قسم کے پھلوں کا رزق دے۔

قرآن کریم نے حضرت ابراہیمؑ کی صفتِ ایمان کو واضح کرنے کے لیے متعدد الفاظ اور تعبیریں استعمال کی ہیں۔ ایک جگہ ہے:

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ (الصافات۱۱۱) یقیناً وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔

دوسری جگہ ارشاد باری ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ (الانبیاء—۵۱) اس سے بھی پہلے ہم نے ابراہیم کو اس کی ہوشمندی بخشی تھی۔

ایک جگہ قرآن آپ کو 'قلب سلیم' کا حامل قرار دیتا ہے:

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (الصافات۔۸۳) اور نوح ہی کے طریقے پر چلنے والا ابراہیم تھا جب وہ اپنے رب کے حضور قلب سلیم لے کر آیا۔

ابن عباسؓ، مجاہد، محمد بن سیرین وغیرہ نے سلیم کا مطلب شرک سے محفوظ بتلایا ہے[۲۵]

قرآن نے آپ کی ایک صفت 'حنیف' کا متعدد مقامات پر تذکرہ کیا ہے۔

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (النحل۔۱۲۰) بیشک ابراہیم اپنی ذات سے ایک پوری امت تھا اللہ کا مطیعِ فرمان اور یکسو۔ وہ کبھی مشرک نہ تھا۔

كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (آل عمران۔۶۷) وہ تو ایک مسلم حنیف تھا اور وہ ہرگز مشرکوں میں سے نہ تھا۔

حنیف دراصل اس شخص کو کہتے ہیں جو شرک سے بالقصد اعراض کر کے اور اسے علی وجہ البصیرت ترک کر کے حق کی طرف رجوع ہو۔ اس طور پر کہ اسے کوئی چیز حق قبول کرنے سے باز نہ رکھ سکے[۲۶] اس کا استعمال شرک کے بالمقابل ہوا ہے چنانچہ قرآن نے جہاں جہاں حنیف کا لفظ استعمال کیا ہے وہاں اس کے ساتھ شرک کی نفی ضرور کی ہے قرآن نے صحف ابراہیمی کا جو حوالہ دیا ہے اس میں بھی توحید پر بہت زور دیا گیا ہے۔ سورۂ نجم میں ہے:

اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى ۝ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى ۝ کیا اسے ان باتوں کی کوئی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ کے صحیفوں اور اس ابراہیم کے صحیفوں

...... وَأَنَّهُ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَىٰ ۝ وَأَنَّهُ هُوَ أَمَاتَ وَأَحْيَا ۝ وَأَنَّهُ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ۝ مِن نُّطْفَةٍ إِذَا تُمْنَىٰ ۝ وَأَنَّ عَلَيْهِ النَّشْأَةَ الْأُخْرَىٰ ۝ وَأَنَّهُ هُوَ أَغْنَىٰ وَأَقْنَىٰ ۝ وَأَنَّهُ هُوَ رَبُّ الشِّعْرَىٰ ۝

(النجم: ۴۳-۴۹)

میں بیان ہوئی ہیں جس نے وفا کا حق ادا کر دیا..... یہ کہ اسی نے ہنسایا اور اسی نے رلایا اور یہ کہ اسی نے موت دی اور اسی نے زندگی بخشی اور یہ کہ اسی نے نر اور مادہ کا جوڑا پیدا کیا ایک بوند سے جب وہ ٹپکائی جاتی ہے اور یہ کہ دوسری زندگی بخشنا بھی اسی کے ذمہ ہے اور یہ کہ اسی نے غنی کیا اور جائداد بخشی اور یہ کہ وہی شعریٰ کا رب ہے۔

ملت ابراہیمی میں توحید کی اہمیت اور اس کے اعلیٰ مقام کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل کے ساتھیوں کے سامنے جب حق کی دعوت پیش کی تو شرک کے معائب اور نقائص بیان کرتے ہوئے اس کے بالمقابل ملت ابراہیمی کا حوالہ دیا اور عقلی انداز میں ان کے سامنے عقیدۂ توحید پیش کیا:

إِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَهُم بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ۝ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۚ مَا كَانَ لَنَا أَن نُّشْرِكَ بِاللَّهِ مِن شَيْءٍ ۚ ذَٰلِكَ مِن فَضْلِ اللَّهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ۝ يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَأَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ مَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءً سَمَّيْتُمُوهَا

میں نے ان لوگوں کا طریقہ چھوڑ کر جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں اپنے بزرگوں ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کی ملت کی پیروی کی ہے ہمارا یہ کام نہیں ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں۔ درحقیقت یہ اللہ کا فضل ہے ہم پر اور تمام انسانوں پر (کہ اس نے اپنے سوا کسی کا بندہ ہمیں نہیں بنایا) مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ اے زنداں کے ساتھیو تم خود ہی سوچو کہ بہت سے متفرق رب بہتر ہیں یا وہ ایک اللہ جو سب پر غالب ہے؟ اس کو چھوڑ کر تم جن

اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ
اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ
الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا
اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

(یوسف : ۳۷-۴۰)

کی بندگی کر رہے ہو وہ اس کے سوا
کچھ نہیں ہیں کہ بس چند نام ہیں جو تم نے
اور تمہارے آبا، واجداد نے رکھ لیے
ہیں اللہ نے ان کے لیے کوئی سند نازل
نہیں کی۔ فرماں روائی کا اقتدار اللہ کے
سوا کسی کے لیے نہیں ہے اس کا حکم
ہے کہ خود اس کے سوا تم کسی کی بندگی
نہ کرو یہی ٹھیٹھ سیدھا طریقِ زندگی ہے
مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

توریت میں بھی حضرت ابراہیم کے ایمان کی تصدیق کی گئی ہے۔ کتاب پیدائش میں ہے:

"اور وہ خدا پر ایمان لایا اور اسے اس نے اس کے حق میں راستبازی شمار کیا۔"[۲۷]

اناجیل میں بھی اس جملہ کو متعدد مقامات پر دہرایا گیا ہے اور اس کی تشریح کی گئی ہے (اگرچہ ان مقامات پر ایمان کو شریعت کے بالمقابل ایک اصطلاح کے طور پر استعمال کیا گیا ہے) مثلاً ایک جگہ ہے:

"ایمان ہی کے سبب سے ابرہام جب بلایا گیا تو حکم مان کر اس جگہ چلا گیا جسے میراث میں لینے والا تھا...... ایمان ہی سے اس نے ملکِ موعود میں اس طرح مسافرانہ طور پر بود و باش اختیار کی کہ گویا غیر ملک ہے...... ایمان ہی سے ابرہام نے آزمائش کے وقت اضحاق کو نذر گزرانا"[۲۸]

۲۔ رسالت

حضرت ابراہیم کی تعلیمات میں رسالت کا بہت واضح تصور موجود ہے۔ آپ اپنے باپ اور قوم کو دعوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ پیغمبر اللہ تعالیٰ کا فرستادہ ہوتا ہے۔ اسے کچھ خصوصی علم سے نوازا جاتا ہے جس سے دوسرے لوگ محروم ہوتے ہیں۔ اس لیے ہدایت سے فیضیاب ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو احکام نبی لے کر آئے انھیں قبول کر کے ان پر عمل کیا جائے اور نبی کی پیروی کی جائے۔ آپ نے بعثت کے بعد جب اپنے

باپ کو راہِ حق کی دعوت دی اور اس کے سامنے بت پرستی کے نقائص و معائب واضح کیے تو ساتھ ہی یہ بھی فرمایا:

یٰٓاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ	ابا جان میرے پاس ایک ایسا علم آیا ہے
الْعِلْمِ مَا لَمْ یَاْتِکَ فَاتَّبِعْنِیْٓ	جو آپ کے پاس نہیں آیا۔ آپ میرے پیچھے
اَھْدِکَ صِرَاطًا سَوِیًّا ۝ (مریم: ۴۳)	چلیں میں آپ کو سیدھا راستہ بتاؤں گا۔

نبی جب دعوت دیتا ہے اور مخاطبین کو ہدایت کی طرف بلاتا ہے تو وہ اپنی دعوت پر گواہ بھی ہوتا ہے۔ وہ اعلان کرتا ہے کہ عبادت کے لائق صرف ایک ہی ذات ہے جس نے سب کو پیدا کیا ہے اور جو سب کو روزی بہم پہنچا رہا ہے حضرت ابراہیم نے جب اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی اور بت پرستی پر کاری ضرب لگائی تو وہ بوکھلا گئی۔ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ ابراہیم یہ کیسی باتیں کر رہے ہیں چنانچہ اس نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہ سنجیدہ باتیں ہیں یا محض کوئی کھیل تماشہ ہے؟ اس پر حضرت ابراہیم نے جواب دیا:

قَالَ بَلْ رَّبُّکُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	اس نے جواب دیا نہیں بلکہ فی الواقع
الَّذِیْ فَطَرَھُنَّ وَاَنَا عَلٰی	تمہارا رب وہی ہے جو زمین اور آسمانوں
ذٰلِکُمْ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ ۝	کا رب اور ان کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس
(الانبیاء: ۵۶)	پر میں تمہارے سامنے گواہی دیتا ہوں۔

لیکن نبی کسی کو ہدایت قبول کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ اس کا کام بس یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذمہ تبلیغِ وحی کا جو فریضہ عائد کیا ہے اسے بے کم و کاست پہنچا دے۔ اب اگر کوئی شخص ایمان لاتا ہے تو خود اسی کا فائدہ ہے اور اگر کوئی انکار کرتا ہے تو اس کی سزا اسی کو بھگتنا ہوگی۔ چنانچہ حضرت ابراہیم نے اپنی قوم کو جب توحید، عبادت الٰہی اور تقویٰ کے فائدے اور شرک اور بت پرستی کے نقصانات بتلائے تو ساتھ ہی اس سے بھی خبردار کیا:

وَاِنْ تُکَذِّبُوْا فَقَدْ کَذَّبَ اُمَمٌ	اور اگر تم جھٹلاتے ہو تو تم سے پہلے بہت
مِّنْ قَبْلِکُمْ ۭ وَمَا عَلَی الرَّسُوْلِ	سی قومیں جھٹلا چکی ہیں اور رسول پر صاف
اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ۝	صاف پیغام پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمہ داری
(العنکبوت: ۱۸)	نہیں ہے۔

۴۔ آخرت

آخرت پر ایمان ملتِ ابراہیمی کے اہم عناصر میں سے ہے۔ عموماً اس کا ذکر دعوتِ ابراہیمی میں ایمان باللہ اور ایمان بالرسالہ کے ساتھ آتا ہے۔ بعثت کے بعد اپنے باپ کو دعوت دیتے ہوئے انتہائی نرمی اور دلسوزی کے ساتھ جہاں حضرت ابراہیم نے اللہ پر ایمان لانے اور انھیں اس کا پیغمبر ماننے کی دعوت دی، وہیں ساتھ ہی یہ بھی فرمایا:

یٰۤاَبَتِ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اَنۡ یَّمَسَّكَ	ابا جان مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ رحمٰن کے
عَذَابٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ فَتَكُوۡنَ	عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں اور شیطان کے
لِلشَّيۡطٰنِ وَلِيًّا۝ (مریم: ۴۵)	ساتھی بن کر رہیں۔

اپنے باپ اور اپنی قوم کو دعوت دیتے ہوئے انھیں شرک کے انجام سے ڈراتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر انھوں نے بت پرستی ترک نہ کی تو انھیں آخرت میں اپنے انجام سے ڈرنا چاہیے جب اللہ تعالیٰ انھیں اس کی سزا دے گا اور عذاب میں مبتلا کرے گا:

اِذۡ قَالَ لِاَبِيۡهِ وَقَوۡمِهٖ مَاذَا	جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم
تَعۡبُدُوۡنَ ۝ اَئِفۡكًا اٰلِهَةً دُوۡنَ	سے کہا: یہ کیا چیزیں ہیں جن کی تم عبادت
اللّٰهِ تُرِيۡدُوۡنَ۝ فَمَا ظَنُّكُمۡ بِرَبِّ	کر رہے ہو؟ کیا اللہ کو چھوڑ کر جھوٹ گھڑے
الۡعٰلَمِيۡنَ ۝	ہوئے معبود چاہتے ہو؟ آخر رب العالمین
(الصافات: ۸۵-۸۷)	کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے؟

اپنے عقیدہ کی وضاحت کرتے ہوئے اللہ اور اس کی صفات پر ایمان کے ساتھ ساتھ آخرت پر ایمان کا بھی تذکرہ کرتے ہیں:

فَاِنَّهُمۡ عَدُوٌّ لِّیۡۤ اِلَّا رَبَّ الۡعٰلَمِيۡنَ	میرے تو یہ سب دشمن ہیں۔ بجز ایک
...... وَالَّذِيۡۤ اَطۡمَعُ اَنۡ يَّغۡفِرَ لِيۡ	رب العالمین کے...... جس سے میں امید
خَطِيۡٓــَٔتِيۡ يَوۡمَ الدِّيۡنِ	رکھتا ہوں کہ روز جزا میں وہ میری خطا
(الشعراء: ۷۷-۸۲)	معاف فرمادے گا۔

اپنی قوم کو بت پرستی کے انجام سے باخبر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اِنَّمَا اتَّخَذۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ	تم نے دنیا کی زندگی میں تو اللہ کو چھوڑ کر

اَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ
بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ
بَعْضًا وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ
مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ (العنکبوت: ۲۵)

بتوں کو اپنے درمیان محبت کا ذریعہ بنا
لیا ہے مگر قیامت کے روز تم ایک
دوسرے کا انکار اور ایک دوسرے پر
لعنت کرو گے اور آگ تمہارا ٹھکانا ہوگی
اور کوئی تمہارا مددگار نہ ہوگا۔

مزید فرماتے ہیں:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا
فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ
وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ اِلَيْهِ
تُرْجَعُوْنَ ۝ (العنکبوت: ۱۷)

درحقیقت اللہ کے سوا جن کی تم پرستش
کرتے ہو وہ تمہیں کوئی رزق بھی دینے کا
اختیار نہیں رکھتے۔ اللہ سے رزق مانگو اور
اسی کی بندگی کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔
اسی کی طرف تم پلٹائے جانے والے ہو

حضرت ابراہیمؑ نے جب بارگاہ ایزدی میں دعا کی کہ اس بے آب وگیاہ وادی کو پرامن شہر بنا دے اور یہاں رہنے والوں کو پھلوں کی روزی عطا فرما تو ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اپنی ان نعمتوں سے صرف انھیں لوگوں کو بہرہ ور فرما جو تجھ پر ایمان لائیں اور ساتھ ہی آخرت پر ایمان رکھیں:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ
هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ
اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
(البقرہ: ۱۲۶)

یاد کرو وہ وقت جب ابراہیمؑ نے دعا
کی اے میرے رب اس کو امن کا شہر
بنا دے اور اس کے باشندوں میں
سے جو اللہ اور آخرت کو مانیں انھیں
ہر قسم کے پھلوں کا رزق دے۔

آخرت کا تصور صحف ابراہیمی کی ان تعلیمات میں بھی ملتا ہے جن کا قرآن نے حوالہ دیا ہے:

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝
وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝
اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝
صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۝
(الاعلیٰ: ۱۶-۱۹)

مگر تم لوگ، دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو
حالانکہ آخرت بہتر ہے اور باقی رہنے والی
ہے۔ یہی بات پہلے آئے ہوئے صحیفوں
میں بھی کہی گئی تھی۔ ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے
صحیفوں میں۔

اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى ۝	کیا اسے ان باتوں کی کوئی خبر نہیں پہنچی
وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى ۝	جو موسیٰ کے صحیفوں اور اس ابراہیم
وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ۝	کے صحیفوں میں بیان ہوئی ہیں جس نے
وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ۝	وفا کا حق ادا کر دیا..... یہ کہ آخر کار پہنچنا
(النجم: ۳۶ - ۴۷)	تیرے رب ہی کے پاس ہے .....اور
	یہ کہ دوسری زندگی بخشنا بھی اسی کے ذمہ ہے۔

یہی نہیں بلکہ صحف ابراہیم میں تصور آخرت کے ساتھ جزا و سزا کی بھی صراحت ملتی ہے :

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝	اور یہ کہ انسان کے لیے کچھ نہیں ہے مگر
وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ۝	وہ جس کی اس نے سعی کی ہے اور یہ کہ
ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ۝	اس کی سعی عنقریب دیکھی جائے گی پھر
(النجم: ۳۹-۴۱)	اس کی پوری جزا اسے دی جائے گی.

۴۔ اطاعت اور سرافگندگی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی نگاہوں کے سامنے ہو تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے خود کو پورے طور پر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے حوالے کر دیا تھا۔ اس کے ارشادات و احکام پر عمل پیرا ہونے کے لیے آپ ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ قرآن کے ساتھ توریت میں بھی آپ کی اطاعت الٰہی کا بارہا تذکرہ کیا گیا ہے۔

جب تک آپ کو اللہ تعالیٰ نے وطن میں رہ کر دعوت دینے کا حکم دیا آپ سخت سے سخت حالات کی پروا کیے بغیر فریضۂ دعوت ادا کرتے رہے۔ پھر جب اس نے آپ کو ہجرت کرنے کا حکم دیا تو آپ نے اس حکم کے آگے بھی سر تسلیم خم کر دیا، توریت میں ہے:

"خداوند نے ابرام سے کہا کہ تو اپنے وطن اور اپنے ناتے داروں کے بیچ سے اور اپنے باپ کے گھر سے نکل کر اس ملک میں جا، جو میں تجھے دکھاؤں گا ......سو ابرام خدا کے کہنے کے مطابق چل پڑا" [۲۹]

انجیل برنباس میں ہے کہ حضرت عیسیٰ نے کاہنوں سے فرمایا:

"میں تمہارے خلاف پکار کر کہتا ہوں کہ تم شیطان کی اولاد ہو نہ کہ ابرہام کی جس نے

خدا کی محبت میں اپنے باپ کا گھر چھوڑ دیا اور اپنے بیٹے کو ذبح کرنے پر تیار ہو گیا"[۳۰]

قران کہتا ہے :

وَقَالَ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ	اور ابراہیم نے کہا میں اپنے رب کی طرف
(العنکبوت: ۲۶)	ہجرت کرتا ہوں۔

"خدا کے کہنے کے مطابق"، "خدا کی محبت میں" اور "رب کی طرف ہجرت" کے الفاظ سے آپ کی کامل اطاعتِ الٰہی کی پوری طرح وضاحت ہوتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی آزمائش کرتے ہوئے اکلوتے بیٹے کی قربانی کا حکم دیا تو بلا ادنیٰ تأمل اس پر بھی تیار ہو گئے اور ٹھیک ٹھیک اس کے حکم کے مطابق عمل کر دکھایا، توریت میں ہے:

"ابرہام نے ہاتھ بڑھا کر چھری لی کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرے۔ تب خداوند کے فرشتے نے اسے آسمان سے پکارا کہ اے ابرہام اے ابرہام اُس نے کہا میں حاضر ہوں۔ پھر اس نے کہا کہ تو اپنا ہاتھ لڑکے پر نہ چلا اور نہ اس سے کچھ کر کیوں کہ میں اب جان گیا کہ تو خدا سے ڈرتا ہے"[۳۱]

"تو خدا سے ڈرتا ہے" کے الفاظ سے واضح اشارہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی اطاعت و خودسپردگی پر مہر تصدیق ثبت فرمادی۔ خود توریت نے اس واقعۂ قربانی کو سراسر اطاعت قرار دیا ہے:

"خداوند فرماتا ہے چونکہ تو نے یہ کام کیا کہ اپنے بیٹے کو بھی جو تیرا اکلوتا ہے دریغ نہ رکھا اس لیے میں نے بھی اپنی ذات کی قسم کھائی ہے کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا..... کیونکہ تو نے میری بات مانی"[۳۲]

قرآن کریم نے اس سلسلہ میں بڑی خوبصورت تعبیر اختیار کی ہے :

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ وَنَادَيْنٰهُ	آخر کو جب ان دونوں نے سر تسلیم خم
اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ قَدْ صَدَّقْتَ	کر دیا اور ابراہیم نے بیٹے کو ماتھے کے بل
الرُّءْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ	گرا دیا اور ہم نے ندا دی کہ اے ابراہیم
(الصافات: ۱۰۳-۱۰۵)	تو نے خواب سچ کر دکھایا۔ ہم نیکی کرنے
	والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔

"اسلام" کے معنی اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت، خودسپردگی و سرافگندگی اور نفس کو مرضیٔ الٰہی

کے تابع کرنا ہے قرآن نے اسے ملتِ ابراہیمی کا ایک اہم رکن قرار دیا ہے اور بتلایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم سے خود سپردگی اور اطاعت کامل کا مطالبہ کیا تو انھوں نے بلا تامل سر تسلیم خم کر دیا۔ یہی نہیں بلکہ اپنی اولاد کو بھی اسی کی وصیت کی:

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهِيْمَ
اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ۚ وَلَقَدِ
اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ
فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝
اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ
قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝
وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهِيْمُ بَنِيْهِ وَ
يَعْقُوْبُ ۭ يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى
لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ
اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝
(البقرہ: ۱۳۰-۱۳۲)

اب کون ہے جو ابراہیم کی ملت کو ناپسند
کرے، جس نے خود اپنے آپ کو حماقت
وجہالت میں مبتلا کر لیا ہو اس کے سوا
کون یہ حرکت کر سکتا ہے۔ ابراہیم تو وہ
شخص ہے جس کو ہم نے دنیا میں اپنے کام
کے لیے چن لیا تھا اور آخرت میں اس
کا شمار صالحین میں ہوگا۔ اس کا حال یہ تھا
کہ جب اس کے رب نے اس سے کہا
مسلم ہو جا تو اس نے فوراً کہا میں مالک
کائنات کا مسلم ہو گیا۔ اسی ملت پر چلنے
کی ہدایت اس نے اپنی اولاد کو کی تھی
اور اسی کی وصیت یعقوب اپنی اولاد کو
کر گیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ میرے بچو! اللہ
نے تمہارے لیے یہی دین پسند کیا ہے
لہٰذا مرتے دم تک مسلم ہی رہنا۔

یہی نہیں بلکہ ساتھ ہی انھوں نے یہ بھی دعا کی کہ ان کی نسل میں ایک ایسی امت برپا کرے جو پوری طرح اس کی وفادار ہو اور جو اپنے آپ کو اس کی مرضی کے تابع کر دے:

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ
وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً
لَّكَ (البقرہ-۱۲۸)

اے رب ہم دونوں کو اپنا مسلم (مطیع
فرمان) بنا اور ہماری نسل سے ایک ایسی قوم
اٹھا جو تیری مسلم ہو۔

توریت میں بھی اس قسم کے مضامین موجود ہیں:

"خداوند ابرام کو نظر آیا اور اس سے کہا کہ میں خدای قادر ہوں تو میرے

حضور چل اور کامل ہو اور میں اپنے اور تیرے درمیان عہد باندھوں گا اور تجھے
بہت زیادہ بڑھاؤں گا۔ تب ابرام سرنگوں ہوگیا"[۳۳]

"خداوند نے کہا کہ جو کچھ میں کرنے کو ہوں کیا اسے ابرہام سے پوشیدہ رکھوں۔
ابرہام سے تو ایک بڑی اور زبردست قوم پیدا ہوگی اور زمین کی سب قومیں
اس کے وسیلہ سے برکت پائیں گی کیونکہ میں جانتا ہوں کہ وہ اپنے بیٹوں
اور گھرانے کو جو اس کے پیچھے رہ جائیں گے وصیت کرے گا کہ وہ خداوند
کی راہ میں قائم رہ کر عدل و انصاف کریں"[۳۴]

کتاب نحمیاہ میں ہے:

یشوع اور قدمی ایل اور بانی اور حشبنیاہ اور سربیاہ اور ہودیاہ اور فتحیاہ لاویوں نے
کہا: کھڑے ہو جاؤ اور کہو: خداوند ہمارا خدا ازل سے ابد تک مبارک ہے .....
تو وہ خداوند خدا ہے جس نے ابرام کو چن لیا اور اسے کسدیوں کے اور سے نکال
لایا اور اس کا نام ابرہام رکھا، تو نے اس کا دل اپنے حضور وفادار پایا"[۳۵]

قرآن کریم نے متعدد مقامات پر سیرت ابراہیمی کے مختلف پہلوؤں کو آشکارا کرتے ہوئے اطاعت الٰہی کو خوب نمایاں کیا ہے:

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ (ہود: ۷۵)	حقیقت میں ابراہیم بڑا حلیم اور نرم دل آدمی تھا اور ہر حال میں ہماری طرف رجوع کرتا تھا۔
اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (النحل: ۱۲۰)	بیشک ابراہیم اپنی ذات سے ایک پوری امت تھا۔ اللہ کا مطیع فرمان اور حنیف۔ وہ کبھی مشرک نہ تھا۔

حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ قانت کے معنیٰ 'اطاعت کرنے والا' ہے[۳۶]

مولانا فراہیؒ نے اصول تاویل کی بنیاد پر اور اشعار جاہلیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ امت کے معنیٰ اس آیت میں اطاعت گزار کے ہیں[۳۷]

۵۔ نماز

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی میں نماز کو بھی اہم مقام حاصل ہے۔ توریت میں

اس کے لیے بعض مواقع پر "سرنگوں ہونے" اور بعض جگہ "دعا کرنے" کی تعبیر اختیار کی گئی ہے۔

> "اور خدا نے ابراہام سے کہا کہ ساری جو تیری بیوی ہے اس کو ساری نہ پکارنا اس کا نام سارہ ہوگا اور میں اسے برکت دوں گا اور اس سے تجھے ایک بیٹا بخشوں گا یقیناً میں اسے برکت دوں گا اور قومیں اس کی نسل سے ہوں گی اور عالم کے بادشاہ اس سے پیدا ہوں گے۔ تب ابرہام سرنگوں ہوا۔"[38]
>
> "خداوند ابرام کو نظر آیا اور اس سے کہا کہ میں خدای قادر ہوں۔ تو میرے حضور چل اور کامل ہو اور میں اپنے اور تیرے درمیان عہد باندھوں گا اور تجھے بہت زیادہ بڑھاؤں گا۔ تب ابرام سرنگوں ہوگیا۔"[39]
>
> "تب ابرہام نے بیر سبع میں جھاؤ کا ایک درخت لگایا اور وہاں اس نے خدا سے جو ابدی خدا ہے دعا کی"[40]

قرآن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا مذکور ہے کہ مجھے اور میری نسل کو نماز قائم کرنے والا بنا دے:

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ	پروردگار مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور
وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ	میری اولاد سے بھی (ایسے لوگ اٹھا جو
(ابراہیم - ۴۰)	یہ کام کریں) پروردگار میری دعا قبول کر۔

مکہ کی بے آب وگیاہ وادی میں حضرت اسماعیل کو آباد کرتے وقت بھی حضرت ابراہیم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے اپنی نسل کو وہاں آباد کرنے کا مقصد یہی بتلایا تھا کہ وہاں رہ کر وہ نماز قائم کریں:

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ	پروردگار میں نے ایک بے آب وگیاہ
بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ	وادی میں اپنی اولاد کے ایک حصے کو
بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا	تیرے محترم گھر کے پاس لابسایا ہے۔
الصَّلٰوۃَ	پروردگار میں نے اس لیے کیا ہے کہ
(ابراہیم: ۳۷)	یہ لوگ یہاں نماز قائم کریں۔

پھر جب حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل نے مل کر خانہ کعبہ کی تعمیر کی اس وقت اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا کہ طواف وعبادت کی غرض سے آنے والوں کے لیے اس کی طہارت کا

اہتمام کریں :

وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَ	ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو تاکید کی تھی
اِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ	کہ میرے اس گھر کو طواف اور اعتکاف
لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ	اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے
السُّجُوْدِ ○ (البقرہ : ۱۲۵)	پاک رکھو۔
وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ	یاد کرو وہ وقت جب ہم نے ابراہیم
الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا	کے لیے اس گھر (خانہ کعبہ) کی جگہ تجویز
وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَ	کی تھی (اس ہدایت کے ساتھ) کہ میرے
الْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ○	ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور میرے گھر
(الحج : ۲۶)	کو طواف کرنے والوں اور قیام و رکوع
	و سجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھو۔

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت ابراہیمی میں نماز کو نہ صرف بنیادی اہمیت حاصل تھی بلکہ نماز کے ارکان میں قیام رکوع اور سجود بھی شامل تھے۔

قرآن نے صحف ابراہیم کی جن تعلیمات کا حوالہ دیا ہے ان میں نماز بھی ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ	فلاح پاگیا وہ جس نے پاکیزگی اختیار کی
اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى .... اِنَّ	اور اپنے رب کا نام یاد کیا اور پھر نماز
هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى	پڑھی.... یہی بات پہلے آئے ہوئے
صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ○	صحیفوں میں بھی کہی گئی تھی ابراہیم اور
(الاعلیٰ: ۱۴—۱۹)	موسیٰ کے صحیفوں میں۔

چنانچہ قرآن نے اہل ایمان کو رکوع و سجود کرنے، نماز قائم کرنے اور عبادت کرنے کا حکم دیا تو ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا کہ یہ تمہارے باپ ابراہیم کی ملت کے ارکان ہیں :

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ	(اور لوگوں کو حکم دیا تھا کہ) ابراہیم
مُصَلًّى	جہاں عبادت کے لیے کھڑا ہوتا ہے
(البقرہ: ۱۲۵)	اس مقام کو مستقل جائے نماز بنالو۔
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا	اے لوگو جو ایمان لائے ہو رکوع اور

وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ	سجدہ کرو۔ اپنے رب کی بندگی کرو اور
وَافْعَلُوْا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ	نیک کام کرو۔ اسی سے توقع کی جاسکتی
تُفْلِحُوْنَ ○ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ	ہے کہ تم کو فلاح نصیب ہو۔ اللہ کی
حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا	راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا
جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ	حق ہے اس نے تمہیں اپنے کام کے
حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ	لیے چن لیا ہے اور دین میں تم پر کوئی
(الحج: ۷۷ - ۷۸)	تنگی نہیں رکھی۔ قائم ہو جاؤ اپنے باپ
	ابراہیم کی ملت پر۔

۶۔ قربانی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیات طیبہ میں قربانی کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ توریت میں مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم سفر کرتے ہوئے جہاں بھی پڑاؤ ڈالتے تھے وہاں خدا سے دعا کرتے تھے اور قربان گاہ بناتے تھے۔ دعا کرنے سے عبادتِ الٰہی یعنی نماز اور قربان گاہ بنانے سے قربانی کی طرف اشارہ مقصود ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں کتاب پیدائش میں حضرت ابراہیمؑ کے کئی ایک مقامات پر قربان گاہ بنانے کا تذکرہ ملتا ہے:

۱ــ "ابرام مقام سکم میں مورہ کے بلوط تک پہنچا۔ اس وقت ملک میں کنعانی رہتے تھے۔ تب خداوند نے ابرام کو دکھائی دے کر کہا کہ یہی ملک میں تیری نسل کو دوں گا اور اس نے وہاں خداوند کے لیے جو اسے دکھائی دیا تھا ایک قربان گاہ بنائی"[۴۱]

۲ــ "اور وہاں سے کوچ کر کے اس پہاڑی کی طرف گیا جو بیت ایل کے مشرق میں ہے اور اپنا ڈیرہ ایسے لگایا کہ بیت ایل مغرب میں اور عی مشرق میں پڑا اور وہاں اس نے خداوند کے لیے ایک قربان گاہ بنائی اور خداوند سے دعا کی"[۴۲]

(مصر سے واپسی پر) "کنعان کے جنوب سے سفر کرتا ہوا بیت ایل میں اس جگہ پہنچا جہاں پہلے بیت ایل اور عی کے درمیان اس کا ڈیرہ تھا یعنی وہ مقام

جہاں اس نے شروع میں قربان گاہ بنائی تھی اور وہاں ابرام نے خداوند سے دعا کی" ۳۳ھ

۳۔ " ابرام نے اپنا ڈیرہ اٹھایا اور ممرے کے بلوطوں میں جو حبرون میں ہیں جا کر رہنے لگا اور وہاں خداوند کے لیے ایک قربان گاہ بنائی" ۳۴ھ

قرآن میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حج کا اعلانِ عام کرنے کا حکم دیا تو ساتھ ہی یہ بھی فرمایا :

لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا	تاکہ وہ لوگ وہ فائدے دیکھیں جو یہاں
اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ	ان کے لیے رکھے گئے ہیں اور چند مقررہ
عَلٰي مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ	دنوں میں ان جانوروں پر اللہ کا نام لیں
فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَاۗىِٕسَ	جو اس نے انھیں بخشے ہیں خود بھی کھائیں
الْفَقِيْرَ ۝ (الحج : ۲۸)	اور تنگ دست محتاج کو بھی دیں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی ایک بہت بڑی آزمائش کی۔ اور وہ یہ کہ آپ کو حکم دیا کہ اپنے اکلوتے بیٹے کو میری راہ میں قربان کردو۔ یہ ایک شدید آزمائش تھی لیکن عاشق صادق اس میں بھی کامیاب ہو گیا اور بے چون و چرا ارشادِ الٰہی کی تعمیل میں مصروف ہو گیا۔ بالآخر ندائے غیبی آئی کہ مقصود صرف آزمائش تھی اس لیے اب ہاتھ روک لو۔ توریت میں واقعۂ ذبح کا تفصیلی بیان موجود ہے ۳۵ھ قرآن نے بھی اس کا تذکرہ کرتے ہوئے اسے رہتی دنیا تک کے لیے یادگار قرار دیے جانے کا تذکرہ کیا ہے :

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ	جب ان دونوں نے سرِ تسلیم خم کر دیا
وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ قَدْ	اور ابراہیم نے بیٹے کو ماتھے کے بل گرا دیا
صَدَّقْتَ الرُّءْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي	اور ہم نے ندا دی کہ اے ابراہیم تو نے خواب
الْمُحْسِنِيْنَ، اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰۗؤُا	سچ کر دکھایا۔ ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی
الْمُبِيْنُ، وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ	جزا دیتے ہیں۔ یقیناً یہ ایک کھلی آزمائش
(الصافات: ۱۰۳-۱۰۷)	تھی اور ہم نے ایک بڑی قربانی فدیہ میں
	دے کر اس بچے کو چھڑا لیا۔

توریت سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت آدمؑ ۳۶ھ کی طرح شریعت ابراہیمی میں بھی بہلوٹھے

کی قربانی کی جاتی تھی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو پہلوٹھے بیٹے کی قربانی کا حکم دیا تھا۔

۷۔ حج

شریعت ابراہیمی کا ایک اہم رکن حج ہے۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السّلام نے مل کر اللہ تعالیٰ کی بتلائی ہوئی جگہ خانہ کعبہ کی تعمیر کی اور دعا کی کہ وہ انھیں ادائیگیٔ مناسک کا طریقہ بتلادے:

وَاِذۡ يَرۡفَعُ اِبۡرٰهٖمُ الۡقَوَاعِدَ مِنَ الۡبَيۡتِ وَاِسۡمٰعِيۡلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ۝ رَبَّنَا وَاجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَيۡنِ لَكَ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسۡلِمَةً لَّكَ ۖ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبۡ عَلَيۡنَا ۚ اِنَّكَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ ۝

(البقرہ: ۱۲۷-۱۲۸)

اور یاد کرو۔ ابراہیم اور اسماعیل جب اس گھر کی دیواریں اٹھا رہے تھے (تو دعا کرتے جاتے تھے) اے ہمارے رب ہم سے یہ خدمت قبول فرمالے۔ تو سب کی سننے اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ اے رب ہم دونوں کو اپنا مسلم (مطیع فرمان) بنا ہماری نسل سے ایک ایسی قوم اٹھا جو تیری مسلم ہو۔ ہمیں اپنی عبادت کے طریقے بتا اور ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرما تو بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازا اور مناسک حج بتلائے۔ ساتھ ہی یہ بھی حکم دیا کہ وہ لوگوں میں حج کا اعلان کر دیں تاکہ ان کے ماننے والے دنیا کے کونے کونے سے کھنچ کر بیت اللہ کی زیارت کو آئیں اور مناسک حج ادا کریں۔

وَاَذِّنۡ فِى النَّاسِ بِالۡحَجِّ يَاۡتُوۡكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاۡتِيۡنَ مِنۡ كُلِّ فَجٍّ عَمِيۡقٍ ۝ (الحج: ۲۷)

اور لوگوں کو حج کے لیے اذنِ عام دیدو کہ وہ تمہارے پاس ہر دور دراز مقام سے پیدل اور اونٹوں پر سوار آئیں۔

توریت میں خانۂ کعبہ اور حج کا کوئی تذکرہ نہیں ہے اس لیے کہ اس میں حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ حضرت اسماعیلؑ کا تذکرہ بھی لازم آتا ہے۔ چنانچہ یہود نے تحریف سے کام لے کر

وہ تمام تصریحات حذف کر دیں جن سے خانۂ کعبہ کی تعمیر اور حج کی فرضیت معلوم ہوتی تھی۔ اس کے باوجود اب بھی موجودہ توریت میں بہت سے اشارات ملتے ہیں۔ آئندہ دوسرے مقالے میں ہم اس پر تفصیل سے بحث کریں گے۔

۸۔ختنہ

ملت ابراہیمی کا ایک شعار ختنہ ہے۔ توریت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم سے کثرتِ ذریت کا وعدہ کیا اور یہ عہد لیا کہ اگر ان کی نسل توحید پر قائم رہی تو انھیں زمین پر اقتدار عطا کرے گا۔ اس عہد کو یاد دلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ختنہ کو اس کی علامت قرار دیا:

"پھر خدا نے ابرہام سے کہا کہ تو میرے عہد کو ماننا اور تیرے بعد تیری نسل پشت در پشت اسے مانے اور میرا عہد جو میرے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے اور جسے تم مانو گے سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جائے اور تم اپنے بدن کی کھلڑی کا ختنہ کیا کرنا اور یہ اس عہد کا نشان ہوگا جو میرے اور تمہارے درمیان ہے"

ملت ابراہیمی میں ختنہ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاتا ہے کہ توریت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حکم دیا:

"اور وہ فرزند نرینہ جس کا ختنہ نہ ہوا ہو اپنے لوگوں میں سے کاٹ ڈالا جائے کیونکہ اس نے میرا عہد توڑا"

چنانچہ یہ حکم ملتے ہی حضرت ابراہیم نے گھر کے سب لوگوں کو جمع کیا اور اسی روز خدا کے حکم کے مطابق ان کا ختنہ کیا۔ ان میں حضرت اسماعیل بھی تھے۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ننانوے سال اور حضرت اسماعیل کی تیرہ سال تھی۔ پھر اگلے سال جب حضرت اسحاق کی ولادت ہوئی تو حضرت ابراہیم نے ان کا بھی ختنہ کیا۔

حدیث میں بھی حضرت ابراہیم کے ختنہ کرنے کا تذکرہ ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اختتن ابراهيم وهو ابن ثمانين سنة بالقدوم	حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی سال کی عمر میں قدوم (ایک اوزار) سے ختنہ کیا۔

موطا میں حضرت ابو ہریرہ سے موقوفاً اور ابن حبان میں مرفوعاً مروی ہے کہ اس وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر ایک سو بیس سال تھی ابن حجر نے فتح الباری میں دونوں قسم کی روایتوں میں تطبیق کی کوشش کی ہے[۵۲]۔ بہرحال ختنہ کے وقت حضرت ابراہیم کی عمر کچھ بھی رہی ہو مگر اس کا ثبوت توریت اور حدیث دونوں میں موجود ہے۔

۹-اکرام ضیف

سیرت ابراہیمی سے بنیادی عقائد اور عبادات کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی اہمیت کا بھی پتہ چلتا ہے چنانچہ توریت اور قرآن دونوں نے حضرت ابراہیم کی مہمان نوازی کا خاص طور پر تذکرہ کیا ہے۔ توریت میں ہے کہ حضرت ابراہیم نے تین مردوں کو اپنے خیمہ کے قریب دیکھا تو ان سے ملنے کے لیے دوڑے اور فرمایا:

"اے میرے خداوند اگر مجھ پر آپ نے کرم کی نظر کی ہے تو اپنے خادم کے پاس سے چلے نہ جائیں بلکہ تھوڑا سا پانی لایا جائے اور آپ اپنے پاؤں دھوکر اس درخت کے نیچے آرام کریں میں کچھ روٹی لاتا ہوں، آپ تازہ دم ہو جائیں تب آگے بڑھیں کیوں کہ آپ اسی لیے اپنے خادم کے ہاں آئے ہیں انھوں نے کہا جیسا تو نے کہا ہے ویسا ہی کر۔ اور ابرہام ڈیرے میں سارہ کے پاس دوڑا گیا اور کہا کہ تین پیمانہ باریک آٹا جلد لے اور اسے گوندھ کر پھلکے بنا اور ابرہام گلہ کی طرف دوڑا گیا اور ایک موٹا تازہ بچھڑا لاکر ایک جوان کو دیا اور اس نے جلدی جلدی اسے تیار کیا پھر اس نے مکھن اور دودھ اور اس بچھڑے کو جو اس نے پکوایا تھا لے کر ان کے سامنے رکھا اور آپ ان کے پاس درخت کے نیچے کھڑا رہا۔"[۵۳]

قرآن نے کئی مقامات پر اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہے[۵۴]۔ سورۂ الذاریات میں ہے:

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ	اے نبیؐ ابراہیم کے معزز مہمانوں کی حکایت
الْمُكْرَمِينَ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا	بھی تمہیں پہنچی ہے جب وہ اس کے ہاں
سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ، قَوْمٌ	آئے تو کہا آپ کو سلام ہے اس نے کہا
مُنْكَرُونَ، فَرَاغَ إِلَىٰ أَهْلِهِ	آپ لوگوں کو بھی سلام ہے، کچھ ناآشنا سے

فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ؟

(الذاریات: ۲۶-۲۷)

لوگ ہیں۔ پھر وہ چپکے سے اپنے گھر والوں کے پاس گیا اور ایک (بھنا ہوا) موٹا تازہ بچھڑا لاکر مہمانوں کے آگے پیش کیا۔ اس نے کہا آپ حضرات کھاتے نہیں؟

قرآن کریم نے ان آیات میں بہت خوبصورتی سے مہمان نوازی کے آداب بھی بیان کردئے ہیں۔

۱۰۔ انفرادی ذمہ داری

ملت ابراہیمی کا ایک اہم عنصر یہ عقیدہ ہے کہ ہر شخص اپنے کاموں کا آپ ذمہ دار ہے۔ جو جیسا کرے گا اسے اسی کے مطابق بدلہ ملے گا۔ اگر اس کے کام اچھے ہوں گے تو وہ اجر کا مستحق ہوگا لیکن اگر بدعملی کا مرتکب ہوا ہوگا تو اسے اس کے مطابق سزا ملے گی۔ نہ کوئی شخص پیدائشی گناہ گار ہے اور نہ کوئی دوسرے کے گناہوں کو بخشوا سکتا ہے۔ قرآن نے صحف ابراہیم کی جن تعلیمات کا حوالہ دیا ہے ان میں سب سے پہلے اسی عقیدہ کو بیان کیا گیا ہے:

أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ ۔ أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفَىٰ

(النجم: ۳۶-۴۱)

کیا اسے ان باتوں کی کوئی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ کے صحیفوں اور اس ابراہیم کے صحیفوں میں بیان ہوئی ہیں جس نے وفا کا حق ادا کردیا؟ یہ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور یہ کہ انسان کے لیے کچھ نہیں ہے مگر وہ جس کی اس نے سعی کی ہے اور یہ کہ اس کی سعی عنقریب دیکھی جائے گی پھر اس کی پوری جزا اسے دی جائے گی۔

قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ ...... إِنَّ هَٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ۔ صُحُفِ

فلاح پاگیا وہ جس نے پاکیزگی اختیار کی اور اپنے رب کا نام یاد کیا پھر نماز پڑھی ...... یہی بات پہلے آئے ہوئے صحیفوں میں

اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ٥ (الاعلیٰ: ۱۴-۱۹) بھی کہی گئی تھی۔ ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں

خلاصۂ بحث

پیش نظر مقالہ میں ملت ابراہیمی کے صرف چند اہم اور بنیادی عناصر بیان کیے گئے ہیں۔ ورنہ قرآن وحدیث، کتب تاریخ وسیر اور کتب مقدسہ کی روشنی میں کچھ مزید عناصر تلاش کیے جاسکتے ہیں۔ اس مقالہ میں صرف انھیں عناصر کا تذکرہ کیا گیا ہے جنھیں اہل کتاب نے ترک کر دیا ہے۔ باوجود یہ کہ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ابراہیم کے طریقے کے پیرو ہیں اور ابراہیم کا مذہب، ملت اور شریعت ٹھیک وہی تھی جس پر وہ عمل پیرا ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے ان تمام بنیادی عناصر سے اپنا رشتہ توڑ لیا ہے جو حضرت ابراہیم کی ملت کے ترکیبی عناصر کی حیثیت رکھتے تھے۔ اس کے برخلاف اسلام ان عناصر کو ٹھیک ٹھیک وہی حیثیت دیتا ہے جو انھیں ملتِ ابراہیمی میں حاصل تھی[۵۵] اس حیثیت سے اسلام بعینہٖ انھیں ارکان وعناصر پر مشتمل ہے جو ملتِ ابراہیمی میں پائے جاتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ وہ ملتِ ابراہیمی کی تجدید کریں اور اہلِ کتاب کو (جنھوں نے اسے ترک کرکے خواہشات نفس کی پیروی شروع کردی تھی) ملت ابراہیمی کی اتباع کی دعوت دیں۔ چنانچہ قرآن نے اہلِ کتاب (جو تحریف شدہ یہودیت اور نصرانیت کو ہدایت کا ضامن قرار دیتے تھے) کی تردید کرتے ہوئے ملت ابراہیمی کی اتباع کو موجب ہدایت قرار دیا اور انھیں اس کی اتباع کی دعوت دی:

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ٥ (البقرہ-۱۳۵)

یہودی کہتے ہیں: یہودی ہو تو راہ راست پاؤ گے عیسائی کہتے ہیں: عیسائی ہو تو ہدایت ملے گی۔ ان سے کہو نہیں بلکہ سب کو چھوڑ کر ملت ابراہیمی کی پیروی کرو اور ابراہیم مشرکوں میں سے نہ تھا۔

تعلیقات وحواشی

سلہ لسان العرب۔ ابن منظور دار صادر بیروت ۱۹۵۶ء ۱۱/۶۳۱

۲؎ تفسیر طبری جزو ۲۳/ صفحہ ۸ المطبعۃ الکبری مصر ۱۳۲۹ھ

۳؎ ترمذی، کتاب الفرائض باب ما جاء فی ابطال المیراث بین المسلم والکافر

۴؎ ایضاً ۵؎ صحیح بخاری کتاب الجنائز باب ما جاء فی قاتل النفس

۶؎ ترمذی کتاب القدر باب ما جاء کل مولود یولد علی الفطرۃ

۷؎ ترمذی، کتاب الایمان باب افتراق ہذہ الامۃ یہ روایت ابو داؤد، دارمی اور مسند احمد میں بھی مروی ہے۔ ترمذی نے کہا ہے: ھذا حدیث حسن غریب ۔ ۸؎ ترمذی، ایضاً۔

۹؎ المفردات فی غریب القرآن ۔ راغب اصفہانی دار المعرفۃ بیروت صفحہ ۴۷۴

۱۰؎ لغات القرآن جلد پنجم ۔ مولانا سید عبد الدائم جلالی ۔ ندوۃ المصنفین دہلی طبع اول ۱۹۶۱ء صفحہ ۴۳۶-۴۴۰

۱۱؎ المفردات صفحہ ۴۷۴ ۱۲؎ صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۃ قصص باب قولہ انک لا تہدی من احببت اور کتاب الجنائز باب اذا قال المشرک عند الموت لا الٰہ الا اللہ ۔ یہ روایت صحیح مسلم، سنن نسائی اور مسند احمد میں بھی مذکور ہے ۔ ۱۳؎ لغات القرآن پنجم صفحہ ۴۳۶

۱۴؎ المفردات صفحہ ۴۷۲ ۱۵؎ لسان العرب ۱۱/ ۶۳۱

۱۶؎ مثلاً حضرت ابن عمرؓ سے مروی ایک حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اذا دخل المیت القبر قال بسم اللہ و باللہ و علی ملۃ رسول اللہ (جب میت کو قبر میں داخل کیا جائے تو کہے اللہ کے نام سے اور رسول اللہ کی ملت پر) ترمذی کتاب الجنائز باب ما جاء ما یقول اذا ادخل المیت قبرہ۔

۱۷؎ حضرت ابراہیم کی طرف منسوب بعض کتابیں آج بھی ملتی ہیں مگر ان کی صحت کا کوئی اعتبار نہیں ہے مثلاً ایم آر جیمس نے ۱۸۹۲ء میں کیمرج سے The Book of ABRAHAM نامی ایک کتاب یونانی زبان سے ترجمہ کرکے شائع کی ۔ یورپی زبانوں میں اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں (تفسیر ماجدی) اسی طرح لندن میں ایک مسیحی ادارے نے ۱۹۲۷ء میں The Testament of ABRAHAM کے نام سے ایک کتاب انگریزی زبان میں شائع کی جس کا ترجمہ جی ایچ بوکس نے یونانی زبان سے کیا تھا ۔ غالباً اصل کتاب عبرانی زبان میں تھی جس کا پہلی صدی عیسوی میں یونانی زبان میں ترجمہ ہوا تھا (تفسیر عبد اللہ یوسف علی)

۱۸؎ خود توریت و انجیل میں یرمیاہ نبی حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ کی زبانی یہود کی تحریفات اور دروغ گوئیوں کی جا بجا شہادتیں ملتی ہیں ۔ اس موضوع پر سب سے مستند کتاب مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی اظہار الحق (دو جلدوں میں) ہے جس میں انھوں نے کتاب مقدس کی سیکڑوں تحریفات بیان کرتے ہوئے خود عیسائی علماء کی شہادتیں پیش کی ہیں ۔ موجودہ دور میں شیخ احمد دیدات نے اس موضوع پر قابل قدر کام

انجام دیا ہے اور اس پر ان کی کئی تصانیف ہیں۔

۱۹؎ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں عراق، شام اور مصر میں بت پرستی کے رواج کی تفصیلات جاننے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ مفید ہوگا۔ تاریخ ملل قدیمہ سینوبس فرانسیسی اردو ترجمہ سید محمود اعظم فہمی مطبع مسلم یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ ۱۹۲۱ء/ ۱۳۳۹ھ ۔ الدیانات القدیمہ، محمد ابو زہرہ۔ دار الفکر العربی مصر، خطط الشام ۔ محمد کرد علی ۔ دار العلم للملایین بیروت ۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء الحضارۃ المصریہ۔ گوستاف لوبون عربی ترجمہ ۔م صادق رستم ۔ المطبعۃ العصریہ مصر ۔ ارض القرآن سید سلیمان ندویؒ دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۹۵۵ء۔

۲۰؎ کتاب یشوع باب ۲۴ ۲

۲۱؎ انجیل برناباس اردو ترجمہ آسی ضیائی مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی فصل ۲۶ ص ۵۴

۲۲؎ انجیل برناباس فصل ۷۹ ص ۱۲۱

۲۳؎ مثلاً دیکھئے الانعام ۔ ۷۳ ومابعد، الانبیاء ۔ ۵۱ ومابعد، العنکبوت ۱۶ ۔ ۱۷، الصافات ۔ ۸۳ ومابعد الزخرف : ۲۶ ۔ ۲۷ وغیرہ۔

۲۴؎ بت شکنی کے اس واقعہ کا تذکرہ انجیل برناباس میں بھی موجود ہے البتہ اس کا بیان بعض چیزوں میں قرآن سے کچھ مختلف ہے ۔ تقابلی مطالعہ کے لیے دیکھئے انجیل برناباس فصل ۲۸ ص ۵۷ ۔ ۵۸

۲۵؎ تفسیر ابن کثیر ۲۱/۴ ۲۶؎ ایضاً ۲۰۲/۲

۲۷؎ کتاب پیدائش باب ۱۵ ۶ ۲۸؎ عبرانیوں کے نام پولس رسول کا خط باب ۱۱ ۸ ۔ ۱۹

۲۹؎ کتاب پیدائش باب ۱۲ ۱ ۔ ۴ ۳۰؎ انجیل برناباس فصل ۴۵ ص ۸۲ ۔ ۸۳

۳۱؎ کتاب پیدائش باب ۲۲ ۱۰ ۔ ۱۲ ۳۲؎ ایضاً باب ۲۲ ۱۶ ۔ ۱۸

۳۳؎ ایضاً باب ۱۷ ۱ ۔ ۲ ۳۴؎ ایضاً باب ۱۸ ۱۷ ۔ ۱۹ ۳۵؎ کتاب نحمیاہ باب ۹ ۵ ۔ ۸

۳۶؎ تفسیر ابن کثیر ۲۴۴/۴

۳۷؎ التکمیل فی اصول التاویل ۔ مولانا فراہیؒ دائرہ حمیدیہ ۱۳۸۸ھ ص ۵۹ نیز ششماہی مجلہ علوم القرآن جولائی تا دسمبر ۸۷ء میں راقم کا مقالہ "لفظ امت کی تحقیق" ص ۳۶ ۔ ۳۸

۳۸؎ کتاب پیدائش باب ۱۷ ۱۵ ۔ ۱۷ ۳۹؎ ایضاً باب ۱۷ ۱ ۔ ۲

۴۰؎ ایضاً باب ۱۲ ۲۳ ، حضرت ابراہیم کے دعا کرنے کا تذکرہ اور کئی مقامات پر ہے مثلاً دیکھئے کتاب پیدائش باب ۱۳ ۱۷ ، باب ۱۲ ۸ ، باب ۱۳ ۳ ۔ ۴ ۴۱؎ کتاب پیدائش باب ۱۲ ۶ ۔ ۷

۴۲؎ ایضاً باب ۱۲ ۸ ۴۳؎ ایضاً باب ۱۳ ۳ ۔ ۴ ۴۴؎ ایضاً باب ۱۳ ۱۸

۴۵؎ ایضاً باب ۲۲ ۱ ۔ ۱۹

۴۶؎ پیدائش باب ۴ میں ہے کہ "اور ہابل بھی اپنی بھیڑبکریوں کے کچھ پہلوٹھے بچوں کا اور کچھ ان کی چربی کا ہدیہ لایا اور خداوند نے ہابل کو اور اس کے ہدیہ کو منظور کیا"۔ ۴۷؎ کتاب پیدائش باب ۹-۱۱
۴۸؎ ایضاً باب ۱۴ ۴۹؎ ایضاً باب ۲۳-۲۷ ۵۰؎ ایضاً باب ۲۱ ۴
۵۱؎ صحیح بخاری، کتاب الانبیاء باب واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا
۵۲؎ فتح الباری شرح صحیح البخاری - ابن حجر جلد ۶ ص ۲۴۵ باب واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا
۵۳؎ کتاب پیدائش باب ۳-۸ ۵۴؎ سورۂ الذاریات ۲۴ کے علاوہ یہ واقعہ الحجر ۵۱ وما بعد اور ہود ۹۶ وما بعد میں بھی بیان ہوا ہے۔ ۵۵؎ یہود نے ملت ابراہیمی کے کن کن عناصر کو ترک کر دیا ہے، عیسائیت میں اس کے برخلاف کون سے گمراہ کن نظریات وضع کر دیے گئے ہیں اور اسلام میں ملت ابراہیمی کے ان عناصر کو کیا اہمیت دی گئی ہے۔ یہ ایک تفصیل طلب موضوع ہے جس پر انشاء اللہ آئندہ دوسرے مقالے میں بحث کی جائے گی اور خود توریت، انجیل اور قرآن کی روشنی میں اس کا جائزہ لیا جائے گا۔

اعلان ملکیت سہ ماہی تحقیقات اسلامی - فارم ۴ رول ۹

۱۔ مقام اشاعت: پان والی کوٹھی - دودھ پور، علی گڑھ یوپی
۲۔ نوعیت اشاعت: سہ ماہی
۳۔ پرنٹر پبلشر: سید جلال الدین عمری
۴۔ قومیت: ہندوستانی
پتہ: پان والی کوٹھی، دودھ پور، علی گڑھ - یوپی
۵۔ ایڈیٹر: سید جلال الدین عمری
پتہ: پان والی کوٹھی، دودھ پور، علی گڑھ، یوپی
۶۔ ملکیت: ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی
پان والی کوٹھی، دودھ پور - علی گڑھ، یوپی
بنیادی ارکان کے اسمائے گرامی
(۱) مولانا محمد فاروق خاں (صدر) ۱۳۵۲ بازار چتلی قبر، دہلی ۶
(۲) جناب افضل حسین (رکن) "
(۳) جناب سید یوسف (رکن) "
(۴) جناب امین الحسن رضوی (رکن) ہمدرد نگر - نئی دہلی۔
(۵) ڈاکٹر محمد رفعت - شعبۂ فزکس - جامعہ ملیہ - نئی دہلی۔
(۶) مولانا کوثر یزدانی ۱۳۵۴ - بازار چتلی قبر - دہلی۔
(۷) ٹی۔ کے عبداللہ صاحب الاتھن کنڈی ہاؤس، ایلیری کالی کٹ
(۸) ڈاکٹر حمید اللہ - شعبہ انگریزی - مسلم یونیورسٹی - علی گڑھ
(۹) ڈاکٹر احمد سجاد - بریاتو ہاؤسنگ سوسائٹی، کالونی طارق منزل رانچی
(۱۰) مولانا سید حامد علی - میران پور کٹرہ، شاہجہاں پور - یوپی
(۱۱) سید جلال الدین عمری (سکریٹری)
پان والی کوٹھی، دودھ پور، علی گڑھ۔

مندرجہ معلومات میرے علم ویقین کی حد تک بالکل درست ہیں۔

پبلشر: سید جلال الدین عمری

سہ ماہی تحقیقات اسلامی علی گڑھ

جلد ۸ شمارہ ۱

جمادی الاولی ۔ رجب المرجب ۱۴۰۹ھ
جنوری ــــــ مارچ ۱۹۸۹ء

سالانہ زر تعاون

ہندوستان سے	عام ایڈیشن	۳۰ روپئے
ــــــ	لائبریری ایڈیشن	۵۰ روپئے
پاکستان سے	ــــــ	۱۰۰ روپئے
دیگر ممالک سے	ــــــ	۲۰ ڈالر

فی شمارہ عام ایڈیشن **۸ روپئے**

فی شمارہ لائبریری ایڈیشن **۱۵ روپئے**

ہندوستان میں

طابع وناشر سید جلال الدین عمری نے انٹرنیشنل پرنٹنگ پریس علی گڑھ کے لیے نازیہ پرنٹنگ پریس دہلی سے چھپوا کر ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی، پان والی کوٹھی دودھ پور علی گڑھ سے شائع کیا۔